رشید اختر

مسلمان مؤرخین

(سلسلہ کے لیے دیکھئے ثقافت نومبر ۱۹۶۲ء)

الحمیدی

ابوعبداللہ محمد بن ابی نصر الحمیدی الاُندلسی جزیرۂ میورقہ کے رہنے والے تھے۔ ان کی ولادت ۴۲۰ھ کے قریب ہوئی تھی۔ محمد ابن حزم الظاہری کے بہت عزیز ساتھیوں میں سے تھے اور ان سے بہت کچھ سیکھا تھا۔

ابن حزم کے علاوہ یوسف بن عبدالبر سے بھی پڑھا۔ ان کے اساتذہ میں وقت کے بڑے بڑے معلمین دکھائی دیتے تھے۔ علم کی خاطر ۴۴۸ھ میں جب کہ ان کی عمر ابھی بیس سال کی تھی اندلس سے عرب پہنچے۔ حج کیا، مکہ کے اساتذۂ حدیث کی خدمت میں حاضری دی۔ پھر افریقہ، مصر، شام، اور عراق پہنچے اور بغداد میں ٹھہر گئے۔

بڑے ذہین، طباع، متقی، پرہیزگار اور اچھی آواز والے تھے۔ ابونصر علی بن ماکولا صاحب کتاب الاکمال نے اپنی کتاب میں ان کا ذکر بڑے اچھے الفاظ میں کیا ہے:

"وہ اہل العلم والفضل میں سے تھے۔ میں نے ان جیسا پاکیزہ سیرت، متقی اور علم کا شائق کوئی دوسرا نہ دیکھا۔"

الحمیدی بڑے محدث ہونے کے ساتھ ساتھ بڑے مورخ بھی تھے۔ ان کی کتاب جذوۃ المقتبس تاریخ علماء الاندلس بڑی مستند اور جید کتاب ہے۔ اس میں انھوں نے اندلس کے بڑے بڑے علما کے حالات بڑی ذمہ داری کے ساتھ قلم بند کیے ہیں۔ مقری نے اپنی مشہور عالم تصنیف "نفح الطیب" میں اس کتاب سے کئی لمبے لمبے اقتباسات نقل کیے ہیں۔ یوں دوسرے علماء نے بھی اسے عمدہ ماخذ قرار دیا ہے۔ یہ

کتاب بھی لیدن سے چھپ چکی ہے۔

اس کے علاوہ انھوں نے الجمع بین الصحیحین البخاری والمسلم بھی تصنیف کی تھی۔ تاریخ ہی میں انھوں نے ایک اور جید کتاب وفیات الشیوخ مرتب کی۔ اسے پہلے انھوں نے سنین کے اعتبار سے مرتب کیا تھا۔ بعد میں حروف المعجم کے لحاظ سے اس پر نظر ثانی کی۔ ۴۸۸ھ میں بغداد میں اس دنیا سے رخصت ہوئے۔

ابن خلکان کا بیان ہے کہ السمعانی نے کتاب الانساب میں ان کا سن وفات ۴۹۱ھ ہجری تحریر کیا ہے۔ لیکن الذیل میں ۴۸۸ھ لکھا ہے۔ مقبرہ باب ابرز میں دفن ہوئے۔ بعد میں مقبرہ باب حرب میں منتقل کر دیئے گئے۔

الدولابی

ابوبشر محمد بن احمد الوراق الدولابی، حدیث و اخبار و تاریخ کے بڑے عالم تھے۔ تاریخ ولادت کا علم نہیں ہو سکا۔

حدیث و تاریخ کی خاطر انھوں نے شام، عراق، اور کئی دوسرے شہروں کا سفر کیا اور وقت کے بڑے معلم بن گئے۔ محدث الطبرانی، ابوحاتم بن حیان البستی اور کئی دوسرے بڑے ائمہ حدیث نے ان کی شاگردی کی۔ انھوں نے تاریخ میں اور علما کے حالات میں بہت مفید کتابیں مرتب فرمائیں۔ یہ کتابیں اس قدر معتمد تھیں کہ ابن خلکان نے ان کے بارے میں لکھا ہے:

"واعتمد علیه ارباب هذا الفن فی النقل واخبروا عنه فی کتبهم ومصنفاتهم المشهورة وبالجملة فقد کان من الاعلام فی هذا الشأن، وممن یرجع الیه وکان حسن التصنیف۔"

تاریخ کے ارباب فن نے ان پر اعتماد کیا ہے۔ اور ان سے اپنی مصنفات مشہورہ میں کئی باتیں نقل کی تھیں۔ مختصر یہ ہے کہ وہ اس باب میں بڑے اونچے لوگوں میں سے تھے۔ وہ اتنے بڑے تھے کہ ان کی طرف اشتباہ کے وقت رجوع کیا جا سکتا تھا۔"(۱)

---

(۱) ابن خلکان جز ۳ ص ۲۴۴

وہ شروع میں وراق تھے۔ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ اصل میں کہاں کے رہنے والے تھے۔ آیا اس دولاب کے تھے جو اعمال رے میں تھا۔ یا اہواز کے قریہ دولاب کے تھے۔ یا بغداد کے مشرقی محلہ دولاب کے تھے۔

عرج میں انتقال فرمایا۔ یہ عرج مکہ و مدینہ کے درمیان حاجیوں کی گزرگاہ پر واقع ہے۔ غالباً حج کے لیے جارہے تھے کہ اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ سالِ وفات ۳۲۰ھ ہے۔

ابن خاقان

ابو نصر الفتح بن خاقان القیسی کو بھی اندلس کی تاریخ ہمیشہ یاد رکھے گی۔ انھوں نے قلائد العقیان و مطمح الانفس لکھ کر حیاتِ جاوید پائی۔

اشبیلہ کے رہنے والے تھے۔ پانچویں صدی ہجری کے نصف آخر میں پیدا ہوئے۔ مروجہ علوم اندلس کے اکابر علما سے پڑھے۔ شعر و ادب سے بہت دلچسپی تھی۔ وہ خوب عمدہ شعر کہتے تھے[1]۔ سیر و سیاحت کے بہت شوقین تھے۔ شعر سے تعلق رکھنے کے سبب مطمح الانفس اور قلائد العقیان تصنیف کیں۔ یہ دونوں کتابیں اندلس کے اکابر کی سیرت و خصائص سے تعلق رکھتی ہیں۔ پہلی کتاب مطمح الانفس میں مصنف نے اندلس کے ان متقدم بادشاہوں کے حالات لکھے ہیں جنھیں ادب سے خصوصی تعلق تھا۔ جنھوں نے نثر و نظم میں شہرت پائی۔ پوری کتاب میں پچپن اشخاص کے حالات ہیں۔ یہ پہلی بار قسطنطنیہ کے مطبع الجوائب کی طرف سے ۱۳۰۲ھ میں چھاپی گئی تھی۔

۲۔ قلائد العقیان و محاسن الاعیان میں مصنف نے ان شعرا کا حال لکھا ہے جنھوں نے اندلس میں ان کے زمانہ تک شہرت پائی۔ یہ کتاب پہلے پہل بولاق میں ۱۲۸۴ھ میں چھپی۔ کشف الظنون میں بھی اس کی خصوصیات بیان کی گئی ہیں[2]۔ ابن خلکان نے جب اپنا تذکرہ مرتب کیا تو ابن خاقان کی پہلی تصنیف المطمح بہت نادر الوجود تھی[3]۔

---

(۱) ابن خلکان جز ۳ ص ۱۹۴ (۲) اکتفاء ص ۱۵ (۳) کشف الظنون جز ۴ ص ۵۶۶

ابن خلکان نے ابن دمیہ کا قول نقل کیا ہے کہ وہ ابن خاقان کے بعض ساتھیوں سے ملے تھے جنھوں نے ان کی عجیب وغریب تصانیف کا ان سے ذکر کیا تھا۔ یہ عجیب وغریب تصانیف ان دو تصانیف کے سوا بھی تھیں یہ کچھ کہا نہیں جا سکتا۔

۵۳۵ھ میں قتل کیے گئے۔

ابوالفداء

الملک المؤید اسماعیل بن علی صاحب الحماۃ المعروف بابی الفداء نے بھی ہماری تاریخ کی تدوین میں بڑا حصہ لیا ہے۔ ان کی کتاب تاریخ ابی الفدا جید اور مستند تاریخ قرار دی گئی ہے۔

ابن حجر کے بیان کی رو سے ابوالفداء الملک المؤید ۶۷۲ھ میں پیدا ہوئے۔ بچپن اور جوانی کے حالات نہ ابن حجر نے لکھے ہیں نہ صاحب فوات الوفیات نے۔ دونوں کی تحریر کا خلاصہ صرف اس قدر ہے کہ مصر و شام کے بادشاہ الناصر جب کرک میں تھے تو ابوالفداء نے ان کی بہت خدمت کی تھی۔ وہ نسلاً ایک شاہزادے تھے۔ ان کے ایک دادا حماۃ کے بادشاہ تھے۔ لیکن انقلاب زمانہ نے حماۃ ان سے چھین لیا تھا۔ جس وقت وہ سلطان الناصر کی خدمت میں آئے تو اس وقت وہ دمشق کے امیر تھے۔[1]

ہم نہیں کہہ سکتے کہ انھوں نے سلطان الناصر کو کن ذرائع سے اپنی طرف متوجہ کیا۔ ابن حجر اور صاحب وفیات الوافات نے محض "خدمت" کو ذریعہ خوشنودیِ سلطان قرار دیا ہے۔ لیکن یہ خدمت کس قسم کی تھی اس کی کوئی تصریح نہیں کی۔ بہرحال سلطان ان سے خوش ہوئے اور انھیں ان کی موروثی سلطنت حماۃ بخش دی اور انھیں اختیار دیا کہ وہ حماۃ کو جس طرح چاہیں استعمال کریں۔ مصر کے کسی حاکم، وزیر یا دوسرے امیر کو ان کے معاملات میں مداخلت کا حق نہ ہوگا۔ گویا ایک طرح سے وہ خود مختار بنا دیئے گئے تھے۔ حماۃ کے بادشاہ بننے کے بعد جب وہ قاہرہ آئے تو ان کی سواری ایک بادشاہ کی شان و شکوہ

---

(۱) فوات الوفیات جزاول ص ۱۹ ۔ درر الکامنہ جلد اول ص ۳۷۲

کے ساتھ قاہرہ کے بازاروں میں سے گذری۔ امرا ان کے پیچھے پیچھے چلے یہاں تک کہ نائب السلطنت امیر سیف الدین کو بھی ان کی خدمت میں رہنا پڑا۔ اس موقعہ پر سلطان الناصر نے انھیں الملک الصالح کا خطاب دیا۔ تھوڑی مدت بعد انھیں الملک المؤید کے خطاب سے نوازا گیا۔ سلطان مصر کی طرف سے اس کے بعد انھیں جو خطوط لکھے گئے ان میں شاہانہ القاب سے مخاطب کیا گیا۔ وہ بھی ہر سال سلطان الناصر کو نیازمندی کے اظہار کے لیے بہت قیمتی تحائف بھیجا کرتے تھے۔

صاحب فوات کا بیان ہے کہ ابو الفدا کو اللہ تعالیٰ نے بہت سے مکارم سے متصف کیا تھا۔ انھیں فقہ، طب، حکمت اور تاریخ میں یدطولیٰ حاصل تھا اس کے ساتھ ساتھ وہ علم ہیئۃ کے بھی استاد تھے۔ وہ اہل علم کی بہت قدر کرتے۔ کئی بڑے اہل علم کی تنخواہیں مقرر کر رکھی تھیں۔ اثیر الدین ابہری اور جمال الدین محمد توان کے مستقل وظیفہ خوار تھے۔

شعر بھی کہتے۔ صاحب فوات نے ان کے چند اشعار بھی نقل کیے ہیں جن سے ان کے اس وصف کا بڑا اچھا اندازہ ہوتا ہے۔ ۷۲۲ھ میں ساٹھ سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔[1]

ان کی تصانیف میں کتاب الکناش (کئی جلدوں میں)، کتاب تقویم البلدان، کتاب الموازین اور تاریخ کبیر بہت اہم ہیں۔

سب سے پہلے ان کی تاریخ کبیر کا پہلا حصہ جو اسلام سے پہلے کی تاریخ سے متعلق ہے لاطینی ترجمہ کے ساتھ علامہ فلائشر نے لائبیک سے ۱۸۳۱ء میں چھاپا۔ اس کا نام تاریخ المدۃ السابقۃ لاسلام رکھا۔

دوسری بار علامہ رائسکہ نے اخبار الاسلام کا عنوان رکھ کر پوری کتاب پانچ جلدوں میں بڑے اہتمام کے ساتھ طبع کی۔ یہ کوپنہاگن میں ۱۸۹۴ء میں چھاپی گئی تھی۔ اس کے ساتھ لاطینی ترجمہ اور اس کی شرح بھی شامل کی گئی۔

---

(۱) فوات جزاول ص ۱۶ - الدرالکامنہ جزاول ص ۲۷۳ - الذہبی المعجم۔

پہلی بار اس کا عربی نسخہ چار جلدوں میں قسطنطنیہ سے ۱۲۸۶ھ میں چھپا۔ یہ نسخہ ہمارے ہاں کی کئی بڑی لائبریریوں میں موجود ہے۔ ابو الفدا کی یہ تاریخ اس لحاظ سے بڑی اہمیت رکھتی ہے کہ مصنف نے اس میں روایات درج کرتے وقت بڑی احتیاط کی تھی۔ انھوں نے اپنے وقت تک کی تمام بڑی تاریخوں سے مدد لی اور صرف ان ہی روایات کا ذکر کیا جنھیں وہ قابلِ بھروسہ سمجھتے تھے۔

یوں تو ان کا انداز ابن کثیر ایسا ہے۔ لیکن ابن کثیر میں بہت سی باتیں ایسی بھی ہیں جن پر زیادہ بھروسہ نہیں کیا جاسکتا۔ ابوالفدا گو ایک بادشاہ تھے مگر ان کی احتیاط نے انھیں ایک بہت اونچا مورخ بنا دیا ہے اور کوئی بھی مورخ ان کی تاریخ کو نظر انداز کرنے پر قادر نہیں ہے۔

مصنف کی دوسری بڑی تصنیف تقویم البلدان ہے جو علامہ رینود، اور علامہ دی سلاین نے پیرس سے ۱۸۳۴ء یا ۱۸۴۰ء میں چھاپی۔ ایک اور مغربی عالم لیشر نے اسے درا سدن سے ۱۸۴۵ء میں از سرِ نو مرتب کر کے چھاپا۔

الذہبی

محمد بن احمد ابو عبداللہ شمس الدین الذہبی ہماری تاریخ میں ایک ایسے تذکرہ نگار کی حیثیت رکھتے ہیں، جنھیں مسلمان کبھی فراموش نہ کر سکیں گے۔ انھوں نے تاریخ کے دامن کو اپنی بیش بہا تصانیف سے ایک طرح سے بھر دیا تھا۔ اور رجال و مشاہیر پر اتنا کچھ لکھا کہ پہلوں سے بازی لے گئے اور بعد کے لوگوں نے انھیں بات بات پر سند سمجھا۔

ابن حجر عسقلانی کے بیان کی رو سے تین ربیع الاول ۶۷۳ھ[1] کو پیدا ہوئے اور دمشق کے تمام بڑے علماء سے علم سیکھا۔ حضرت امام ابن تیمیہ کی خدمت میں بھی حاضری کا شرف ملا۔ الذہبی نے اپنے تذکرہ کے چوتھے حصہ میں ان بزرگ علماء و فضلا کے نام لیے ہیں جن سے انھوں نے حدیث، فقہ یا دوسرے علوم پڑھے

---

(۱) الدرر الکامنہ جز ۳ ص ۳۳۷؛ فوات الوفیات جز ۲ ص ۱۸۳؛ شذرات الذہب جز ۳ ص ۲۹۵؛ طبقات السبکی جز ۳ ص ۲۱۶؛ طبقات الحفاظ جز ۳ ص ۸۹؛

ان میں سے حافظ علی بن شیخ ابی الحسین البعلبکی بھی تھے۔ الذہبی ان کی خدمت میں ۷۳ دن رہے۔ اور علم الروایت میں معرفت پیدا کی۔ اسی طرح شیخ علی بن مسعود الموصلی سے بھی پڑھا اور ان کی خدمت میں بھی رہے۔ صفی الدین محمود بن ابی بکر الارموی سے زبان و نحو میں تحصیل کی۔ شرف الدین احمد بن ابراہیم محدث الشام سے قرأت سیکھی مورخ العصر علم الدین ابی محمد القسم، شیخ شمس الدین ابی عبداللہ محمد البعلبکی، شمس الدین محمد بن ابن عبدالرحمٰن، شہاب الدین، ابی العباس، احمد بن المظفر، نجم الدین اسماعیل بن ابراہیم، شیخ شہاب الدین احمد بن نفر۔ شرف الدین یعقوب، نجم الدین موسیٰ، ابی الحسن بن ابراہیم العطار، شمس الدین محمد بن مسلم، ابی الحسن بن محمد، شمس الدین محمد بن محمد، محب الدین عبداللہ بن احمد،[1] اور کئی اور بزرگوار بھی ان کے استاذ تھے۔ صاحب الذیل نے ان کے بزرگ اساتذہ میں ابی الفضل ابن عساکر، ابی حفص عمر (دمشق)، ابرقوہی (مصر) عبدالخالق (بعلبک)، سنقر الذینی (حلب)، العماد بن بدر (نابلس) اور التوزری (مکہ)[2] کے نام لیے ہیں۔ یہ علماء اپنے وقت کے مرجع و ماویٰ تھے۔

ابن حجر فرماتے ہیں کہ عالم اسلام کے ان بڑے شیوخ کی صحبت کے فیض نے الذہبی کو بہت بڑا عالم و محدث بنادیا۔ ان کے پاس معلومات کے ذخیرے کے ذخیرے لگ گئے۔ اور انھوں نے ان معلومات کی مدد سے عظیم الشان اور انتہائی مفید تصانیف کیں۔ یہاں تک کہ وہ اپنے زمانہ کے سب سے بڑے مصنف بن گئے۔ سب سے پہلے انھوں نے تاریخ اسلام کے نام سے ایک بڑی ضخیم اور انتہائی جامع کتاب تصنیف فرمائی۔ یہ بہت طویل و ضخیم تصنیف تھی جسے انھوں نے از سرِ نو مرتب کرکے کئی حصوں میں بانٹا اور العبر، سیر النبلاء، ملخص، طبقات الحفاظ اور اشارہ نام رکھے۔ ان بڑی تصانیف کے علاوہ انھوں نے امام بیہقی کی سنن الکبیر کا ملخص تیار کیا۔ المعجم الکبیر اور المعجم الصغیر لکھیں۔ نیز نقد الرجال میں ایک غیر فانی تصنیف المیزان فی نقد الرجال تصنیف کی۔

ابن حجر کا بیان ہے کہ الذہبی کی زندگی ہی میں ان کی تمام تصانیف خوب مشہور ہو گئی تھیں۔ علما اور

---

(۱) الذہبی تذکرہ جزء ۴ ص ۲۹۶ تا ۲۹۸۔ مفتاح السعادہ ص ۲۱۶۔ (۲) ذیل طبقات ص ۲۵۔ الدرالکامنہ جزء اول ص ۳۳۷۔

طلبا کے کاروان ان کی طرف رختِ سفر باندھنے لگے تھے۔

الذہبی مدرسہ نفیسہ اور جامعہ ترتب ام صالح میں برسوں تعلیم دیتے رہے۔ وہ بڑے ذہین، طباع فقیہہ اور محدث تھے۔ ان کی نظر بہت اونچی اور خیالات بہت وسیع تھے۔ ان میں بعض دوسرے محدثین کی طرح جمود نہ تھا[1]۔ بدر نبلسی نے انھیں علامہ زمان، حدید الفہم اور ثاقب الذہن مانا ہے۔

الذہبی کی تصانیف میں سب سے زیادہ شہرت تذکرۃ الحفاظ کے حصہ میں آئی ہے۔ یہ تذکرہ چار حصوں پر مشتمل ہے۔ حیدرآباد دکن سے دو بار چھپ چکا ہے۔ جو نسخہ حیدرآباد دکن سے پہلی بار چھپا اس میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیقؓ پھر حضرت عمر فاروقؓ اور اسی نسبت سے دوسرا حصہ۔ بڑے حفاظ صحابہؓ، تابعین، تبع تابعین، ائمہ کرام، اور تمام ان بڑے محدثین کا ذکر ہے جنھوں نے پہلی صدی ہجری کے شروع سے لے کر آٹھویں صدی ہجری کے آغاز تک شہرت پائی۔

حقیقت یہ ہے کہ محدثین کے حالات میں اس سے بہتر کوئی دوسرا تذکرہ تصنیف نہیں ہوا اور الذہبی کا احسان ملت کبھی بھول نہیں سکتی کہ انھوں نے یہ جامع تصنیف اسے عطا کی۔ جلال الدین سیوطی ان کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"والذی اقولہ ان المحدثین عیالٌ الآن فی الرجال وغیرھا من فنون الحدیث علی اربعۃ المزی، الذھبی، العراقی وابن حجر[2]"

جلال الدین سیوطی نے الذہبی کی تصانیف کے حسب ذیل نام تحریر کیے ہیں:

"تاریخ اسلام[3]۔ التاریخ الاوسط والصغیر۔ سیر النبلاء۔ طبقات الحفاظ۔ طبقات القراء۔ مختصر تہذیب الکمال۔ الکاشف۔ المجرد فی اسماء رجال الکتب الستۃ التجرید فی اسماء الصحابہ۔ المیزان فی الضعفاء۔ المغنی فی الضعفاء۔ مشتبہ النسبۃ۔ مختصر الاطراف۔ تلخیص المستدرک۔ مختصر سنن البیہقی مختصر المعلّی۔ معجم الکبیر، صغیر اور مختص۔

---

(۱) ابن حجر: الکامنۃ جزء اول ص ۳۳۷؛ (۲) الذیل التذکرۃ: جلال الدین سیوطی ص ۳۴۸ - (۳) دبار حصوں میں